امام طبری کے حالاتِ زندگی اور تفسیری منہج

The Biography of Ibne Jareer Al-Ṭabarī and its Exegetical Method

*ڈاکٹر عبدالقدوس

** زیوران اللہ

Abstract

Ibne Jareer Al-Tabarī is well known personality in the 3rd century as no one second in his period. His opinion was considered authentic due to his knowledge and virtue. He was great scholar, commentator, narrator, jurisprudent and historian. Taftheer Ibne Jareer Al-Tabarī is used as basic source for those who follow "Transcribed Method". He established a separate school of thought due to his over command on Fiqah. This paper describes the "The Exegetical Methodology and the Biography of Ibne Jareer Al-Tabarī".

The *Tafsir* gives information about older commentaries which have not survived to the present. Its content —which encompasses dictionaries, historical notes, law, recitation, theology and Arabic literature— has made it a highly referenced book throughout history, resulting in many editions. It is also a good example of reasoning in a Tafsir by a widely accepted scholar, giving it a value of diraya.

Keywords: Ibne Jareer Al-Tabarī , Tibrastan , Quran, Hadith, Commentator, Jurisprudent

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

**ایم فل اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

امام طبریؒ کے حالات زندگی

نام ونسب اور پیدائش: آپ کا پورا نام محمد بن جریر بن یزید طبری اور کنیت ابو جعفر ہے۔ یہ بڑے جلیل القدر عالم، مجتہد مطلق اور صاحب تصانیف مشہورہ تھے۔ آپ طبرستان کے شہر آمل میں ۲۲۴ھ یا ۲۲۵ھ کے شروع پیدا ہوئے۔ آپ کی تاریخ پیدائش میں اس ابہام کے متعلق آپ سے اپنے شاگرد قاضی ابن کامل [م ۳۵۰ھ] نے پوچھا کہ آپ کو سن ولادت کے متعلق شک کیسے پیدا ہوا؟ آپ نے جواب دیا کہ ہمارے شہر میں تاریخ سالوں کی بجائے واقعات (حوادث) کی بناء پر رقم کی جاتی ہے جیسے حضور کی ولادت عام الفیل کو ہوئی۔ (1)

تعلیم و تربیت

ابن جریر بچپن سے حصولِ علم کا شغف رکھتے تھے۔ ساتھ ساتھ والد ماجد نے بھی آپ کی تعلیم و تربیت میں اہم کردار ادا کیا ۔ نتیجہ یہ رہا کہ چھوٹی عمر میں قران حفظ کیا اور کتابتِ حدیث شروع کی۔

ابن جریر طبریؒ کی عمر زیادہ ہوئی تو حصول علم و معرفت کی تلاش میں دیر پا سفر کا سلسلہ شروع کیا۔ ۲۰ سال کی عمر میں شہر آمل سے راختِ سفر باندھا۔ کوفہ، بصرہ، فسطاط اور مصر میں اپنی علمی پیاس بجھائی۔ ابن جریر نے علوم کی کثرت اپنی ذات کے اند جمع کیے حتی کہ ایک الگ مسلک کے امام بنے۔

ابن جریرؒ کی علمیت کے بارے میں جید علماء کے اقوال:

(۱) حافظ ابو بکر خطیب بغدادی [م ۴۶۳ھ] ابن جریرؒ کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں کہ۔ وہ حافظ قرآن، قراءت کے جاننے والے، معانی میں بصیرت رکھنے والے، احکام القرآن میں سمجھ بوجھ رکھنے والے، احادیث اور سند احادیث سے باخبر، حدیث کی صحت و ضعف سے واقف اور ناسخ و منسوخ حدیث کے ایک بڑے عالم تھے۔ وہ اقوال صحابہ و تابعین اور ان کے بعد احکام میں اختلاف کرنے والے اور حلال اور حرام مسائل سے شناسائی رکھنے والی شخصیت تھی۔ (2)

(۲) ابن خزیمہ [م ۳۱۱ھ] نے جب کتاب "جامع البیان" پر شروع سے آخر تک نظر دوڑایا تو رائے قائم کی کہ "ما اعلم علی ادیم الارض اعلم من ابن جریر" (3)

ترجمہ "میں نے روئے زمین پر ابن جریرؒ سے علم و فضل میں بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔"

(3) علی بن عبید اللہ بن عبد الغفار اللغوی [م ۴۱۵ھ] ابن جریرؒ کی علمی و تصنیفی مصروفیات کے بارے میں حکایت کرتے ہیں کہ

"مکث ابن جریر اربعین سنة یکتب کل یوم منها أربعین ورقة۔" (4)

ترجمہ "ابن جریرؒ نے اپنی زندگی کے چالیس سال اس طرح گزارے کہ وہ ہر روز چالیس صفحات لکھتے تھے۔"

وفات محمد بن جریر الطبریؒ:

امام ذہبی [م۷۴۸ھ] نے آپ کی وفات کے متعلق احمد بن کامل [م۳۵۰ھ] کے حوالے سے لکھا ہے:

ُوُفِّي ابْنُ جَرِيرٍ عَشِية الأَحَدِ لِيوْمَينِ بَقِيا مِنْ شَوَّال سَنَةَ عَشْرٍ وَثَلاَثِ مائَةٍ، وَدُفِنَ فِي دَاره .. بِبَغْدَادَ ۔ (5)

ترجمہ: امام ابن جریرؒ اتوار کی رات کو ۲۸ شوال ۳۱۰ھ کو فوت ہوئے۔ اور بغداد میں اپنے ہی گھر میں دفن کئے گئے۔

ابن جریرؒ کی تصنیفی خدمات

علمائے ربانیین کی زندگیوں میں برکت ایک فطری امر ہے۔ ابن جریرؒ کی تصنیفی خدمات اس دعوی کی حسی دلیل اور روشن مثال بن سکتی ہے۔ تصنیفی کام آپ کا اوڑھنا بچھونا بن چکا تھا۔ اپنی زندگی کا اکثر حصہ آپؒ نے کتابت میں گزاری۔ علوم دینیہ کا کوئی بھی صنف ایسا نہیں جس میں آپ نے طبع آزمائی نہ کی ہو اور اس کو استحکام نہ بخشا ہو۔ درجہ ذیل کتب کی تصنیف اپ کی علمی شخصیت کے شاہد ہیں۔

(1) [تاریخ الامم والملوک/تاریخ الرسل والملوک، تاریخ طبری]

اسباب تکوین، آغاز تخلیق اور تاریخ انسانی میں پیش آنے والے سانحات و حوادث کے بارے میں انسانی فطرت ہمیشہ سے متجسس مشاہدہ کیا گیا ہے۔ انسان ازل سے ان امور کو جاننے کا شائق واقع ہے۔ علامہ نے اس کتاب میں انسان کی فطری رجحنات کا پاس لحاظ رکھتے ہوئے اس کتاب کو زیب قرطاس کیا ہے۔

حدوث زمان اور اس موضوع سے متعلق دلائل و شواہد اکھٹے کر کے اس کتاب کی ابتداء کی۔ اس کے بعد اس حقیقت کو اشکارہ کیا ہے کہ قلم ہی وہ شئے ہے جس کو تخلیقی اعتبار سے دیگر تمام اشیاء پر سبقت زمانی حاصل ہے۔ بعد ازایں حضرت آدمؑ کی تخلیق کا واقعہ قلمبند کیا ہے۔ پھر ترتیب زمان کا لحاظ رکھتے ہوئے اخبار الانبیاء والرسل اور ان کے معاصر ملوک کا تذکرہ کرتا ہے۔ کتابت کا یہی انداز برقرار رہتا ہے حتی کہ سرور کونینؐ کی بعثت تک بات آ پہنچتی ہے۔ اس کتاب کا خاتمہ ۳۰۲ھ کے حوادثات پر ہوتا ہے جو تقریبا مصنفؒ کی زندگی کے آخری آٹھ سال تھے۔ (6)

(2) [ذیل المذیل]

یہ کتاب اصحاب رسولؐ کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ مصنف نے اس کتاب کی تشکیل میں ترتیب زمانی کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ اس میں ان اصحابِ رسولؐ کا ذکر ہے جو آپ ﷺ کی حیات طیبہ یا بعد میں قتل کیے گئے یا فوت ہوئے۔[7]

(3) [تاریخ الرجال من الصحابۃ والتابعین]

اس کتاب میں ان کبار صحابہ اور تابعین کا تذکرہ ملتا ہے جن سے تفسیری اقوال منقول ہے۔[8]

(4) [التبصیر فی معالم الدین]

ابن جریرؒ کلامی مسائل کے ماہر تھے۔ اس کتاب میں آپؒ نے روافض، معتزلہ اور فرقہ قدریہ کے باطل عقائد کی ابطال کی ہے۔ اہل اہواء کے عقائد کی ابطال کے ساتھ ساتھ اہل سنت والجماعت کے عقائد کی دفاع بھی کی ہے۔ البتہ جو قول بھی ابطال تردید کے طور پیش کیا ہے ان تمام کے ساتھ اسانید ذکر نہیں کرتا۔ [9]

تفسیر طبری کا تعارف اور مقام

امام طبری نے اپنی تفسیر کا نام ''جامع البیان عن تاویل القرآن''[10] رکھا ہے۔ آپ نے اپنی تفسیر میں ہر کی علیحدہ تفسیر کی ہے۔ تفسیر سے پہلے آپ نے ایک مقدمہ تحریر کیا ہے جس میں قرآن کی معانی جامعیت، قرآن کے نزول کی لغت اور اس طرح کے دوسرے مباحث جو تفسر سے متعلق ہیں، تحریر کیے ہیں۔ تفسیر کی ابتداء سورۃ الفاتحہ سے کی ہے۔ اس کے بعد بالترتیب دوسری سورتوں کی تفسیر آیۃ آیۃ تحریر کی ہے اور یہ التزام انہوں نے قرآن کی آخری آیت تک رکھا ہے۔

امام طبریؒ کی تفسیر علماء امت کے ہاں تفسیر بالماثور کے قبیل سے ہے، تاہم بعض علماء نے اسے مرجع کی حیثیت سے کم اہمیت دی ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی تفسیر میں استنباطات اور اقوال تفسیریہ کے مابین توجیہات اور بعض اقوال کو بعض کے مقابلے میں راجح قرار دینے کی صورت میں عقلی رائے کا استعمال کیا ہے۔[11]

تفسیرِ طبری کا علمی مقام

تمام علماء تفسیر طبری کے حوالے سے علمی مقام کے قائل ہیں، چنانچہ ابن خزیمہ [م ۳۱۱ھ] نے اس اس کو دیکھا اور مطالعہ کیا تو بزبان خود اقرار کیا:

قد نظرت فيه من أوله إلى آخره، وما أعلم على أديم الأرض أعلم من محمد بن جرير ''[12]

ترجمہ: میں نے تفسیر طبری کو اول سے آخر تک مطالعہ کیا اور میں نے روئے زمین پر ابن جریرؒ سے علم و فضل میں بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔"

خطیب بغدادی [م ۴۶۳ھ] جو بہت بڑے نقاد حدیث ہیں آپ کی تفسیر کے متعلق کہتے ہیں:

و له كتاب في التفسير لم يصنف أحد مثله۔"[13]

ترجمہ:"ابن جریرؒ ایک کتاب تفسیر سے متعلق ہے اور اس جیسی تفسیر نہیں لکھی گئی۔

ابو حامد اسفرائینی تفسیر طبری کی تعریف اور اہمیت اس انداز سے بیان کرتے ہیں: ابو حامد اسفرائینی تفسیر طبری کی علمی وقعت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

لو سافر الرجل الى الصين حتى يحصل له كتاب تفسير محمد ابن جرير لم يكن ذلک كثير"[14]

ترجمہ "اگر کسی کو ابن جریرؒ کی تفسیر کے حصول میں چین تک جانا پڑے تو بھی کم ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ [م ۷۲۸ھ] نے تفسیر طبریؒ کی صحت و علمی مقام کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے کہ:

" التَّفَاسِيرُ الَّتِي فِي أَيدِي النَّاسِ فَأَصَحُّها " تَفْسِيرُ مُحَمَّدِ بْنِ جَرِيرٍ الطبري " فَإِنَّه يذْكُرُ مَقَالَاتِ السَّلَفِ بِالْأَسَانِيدِ الثَّابِتَةِ وَلَيسَ فِيه بِدْعَةٌ وَلَا ينْقُلُ عَنْ الْمُتَّهِمِينَ " [15]

ترجمہ "لوگوں کے ہاتھوں میں جو تفاسیر ہیں ان سب میں زیادہ صحیح ابن جریرؒ کی تفسیر ہے کیونکہ آپ ان اسلاف کے اقوال ثابت شدہ سندوں کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، اس میں کسی قسم کی کوئی بدعت نہیں، اور نہ ہی ایسے راویوں سے نقل کرتا ہیں جو متہم بالکذب ہو"

امام طبری کا تفسیری منہج:

ابن جریر جس عرصہ میں حیات تھے وہ تفسیر کا تیسرا دور تھا۔ اس دور کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ تفسیر احادیث نبوی ﷺ سے الگ ہو کر ایک علیحدہ اور جداگانہ علم کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اس دور میں قرآنی ترتیب کے مطابق ہر ہر آیت کی تفسیر مرتب کی جانے لگی۔ اس عرصہ جتنی بھی تفاسیر مرتب کی گئی ان سب کا منبع احادیث نبوی، اقوال صحابہ اور اقوال تابعین تھے۔ ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس دور میں مرتب شدہ تفاسیر بالماثور تھیں۔ البتہ ابن جریرؒ نے بالماثور کے التزام کے ساتھ اپنا ایک نہج اپنایا جس پر اس سطورِ ذیل میں روشنی ڈالی جاتی ہے۔ ابن جریرؒ کا تفسیری منہج درجہ ذیل عنوانات کے ساتھ ملاحظہ ہو۔

القول فی تأويل قوله تعالى:—(الف)

تفسیر ابن جریرؒ کا تفصیلی مطالعہ کرنے سے اس کا طرز و انداز کھل کر سامنے آتا ہے۔ اس تفسیر کا قاری سب سے پہلے یہ بات مشاہدہ کرے گا کہ ابن جریرؒ قرآن کریم کی کسی بھی آیت کی تفسیر کرنا چاہے تو یہ قول" القول فی تأويل قوله تعالى "یعنی فلاں آیت کی تفسیر یہ ہے، لے آتا ہے۔ اس کے بعد وہ آیت کی تفسیر کرتا ہے۔ تاویل کا لفظ وہ اس لیے ذکر کرتا ہے کہ متقدمین تفسیر و تاویل میں

فرق نہیں کرتے البتہ متاخرین کے نزدیک تفسیر وتاویل دو الگ الگ اصطلاحات ہیں۔ ابن جریرؒ کا یہ منہج اول سے لے کر آخر تک جاری رہتا ہے۔ نمونے کے طور پر سورہ یوسف میں ارشاد باری تعالیٰ کی اس نہج پر تفسیر ملاحظہ ہو:

إِنَّا أَنْزَلْنَاه قُرْآنًا عَرَبِيا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴾[16]

ترجمہ: ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھ لو۔

القول فی تأویل قوله تعالیٰ: إنا أنزلناهذا الكتاب المبين، قرآنًا عربيا على العرب، لأن لسانهم وكلامهم عربى، فأنزلنا هذا الكتاب بلسانهم ليعقلوه ويفقهوا منه، وذلك قوله: (لعلكم تعقلون) .[17]

ترجمہ: آیت کی تفسیر: بے شک ہم نے اس واضح قران کو عرب پر عربی زبان میں نازل فرمایا کیونکہ ان کی زبان اور کلام عربی ہے، پس ہم نے اس کو ان کی زبان پر نازل فرمایا، تاکہ وہ اس کو جانے اور اس سے فہم حاصل کر سکے، اور اس کی طرف اشارہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں موجود ہے (تاکہ تم سمجھ لو)

(ب)—— قیام ترجیح:

ابن جریرؒ کسی آیت کی تفسیر میں مختلف تفسیری اقوال ذکر کرتے ہیں۔ تفسیری اقوال ذکر کرنے کے بعد وہ اُصح قول کی تعیین میں ترجیح قائم کرتے ہیں۔ قرائن کی موجودگی کے باعث اگر کوئی تفسیری قول اسے پسند نہیں آتا تو کہتے ہیں کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا۔

اس کی مثال سورہ یوسف کی وہ آیت ہے جس میں یوسفؑ اپنے باپ حضرت یعقوبؑ کو خواب کے متعلق خبر دیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِذْ قَالَ يوسُفُ لِأَبِيه يا أَبَتِ إِنِّى رَأَيتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيتُهمْ لِى سَاجِدِينَ[18]

ترجمہ: جس وقت کہا یوسف نے اپنے باپ سے اے باپ میں نے دیکھا خواب میں گیارہ ستاروں کو اور سورج کو اور چاند کو دیکھا میں نے ان کو اپنے واسطے سجدہ کرتے ہوئے۔

اس آیت میں تفسیر طبری میں وارد شدہ اکثر تفسیری اقوال کے مطابق (احد عشر کوکبا) سے مراد بھائی اور (الشمس والقمر) سے مراد بالترتیب والد اور ماں ہے۔ البتہ ابن جریرؒ اس قول کو مرجوح قرار دیتے ہیں جو ابن عباس سے مروی ہے چنانچہ اس کے مطابق (القمر) سے مراد حضرت یوسفؑ کی خالہ بتائی گئی ہے۔ اس طرح وہ پہلے ذکر شدہ تمام اقوال کو راجح اور ابن عباس سے مروی قول کو مرجوح تصور کرتا ہے۔[19]

(ج)—— اسناد کے بارے میں ابن جریرؒ کا موقف:

ابن جریرؒ نے اگرچہ تفسیر میں روایات کو مع اسناد جمع کرنے کا التزام کیا ہے۔ مگر اکثر وبیشتر اسناد کی جانچ پڑتال نہیں کرتے۔ اصول حدیث کی عام اصطلاح کے مطابق ان کا خیال یہ ہے کہ سند کو ذکر کر کے انہوں نے نقد و جرح کی ذمہ داری قاری پر ڈال دی ہے اور بذات خود سبکدوش ہو گئے۔ اب یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ مذکورہ اسناد کی چھان پھٹک کا اہتمام کریں اور دیکھیں کہ آیا وہ صحیح ہیں یا ضعیف۔

اس کے برعکس ابن جریرؒ کبھی ایک تجربہ کار ناقد کی حیثیت بھی اختیار کر لیتے ہیں اور اسناد پر نقد و تبصرہ کر کے ناقابل اعتماد روایت کو رد کر دیتے ہیں۔ اس نہج کی دلیل سورہ کہف میں ارشاد باری تعالیٰ کی تفسیر کرتے ہوئے دی جاسکتی ہے۔

فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَى أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا [20]

ترجمہ: کیا ہم آپ کے لئے کچھ خرچ کا انتظام کر دیں؟ (اس شرط پر کہ) آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دیں۔

(د)— تفسیر بالرائے کی تردید:

ابن جریرؒ آزاد خیال مفسرین کی پر زور تردید کرتے اور اور اقوال صحابہ و تابعین سے استفادہ کی اہمیت پر زور دیتے ہیں ان کی رائے میں صحیح تفسیر کی علامت یہی ہے کہ وہ صحابہ و تابعین سے مستفاد ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ يأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيه يغَاثُ النَّاسُ وَفِيه يعْصِرُونَ [21]

ترجمہ: اس آیت کی تفسیر میں ابن جریرؒ نے علمائے سلف کے مختلف اقوال اور اختلاف قرأت کا ذکر کیا اور پھر ان مفسرین پر شدید رد و کد کی ہے جو محض لغت کی مدد سے قرآن کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ان کے قول کے ابطال و تردید کا کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔[22]

(ر)— قرأت سے متعلق ابن جریرؒ کا منہج:

ابن جریرؒ مختلف قرأتیں ذکر کرنے کا اہتمام کرتے ہیں اور ان معانی و مطالب پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ جو قرأت معتبر ائمہ سے منقول نہ ہو یا اس کے اختیار کرنے سے کتاب اللہ کا مفہوم بدل جاتا ہے، ابن جریر ان کو رد کر دیتے ہیں۔ پھر آخر میں اپنی رائے بیان کرتے ہیں اور اس کے حق میں دلائل و براہین ذکر کرتے ہیں۔ ابن جریرؒ نے مختلف قرأتوں کے سلسلہ میں جو اہتمام کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بذات خود ایک مشہور قاری تھے۔[23]

(ظ)— نحوی صرفی مسائل میں ابن جریر کا منہج:

ابن جریرؒ نے اپنی تفسیر میں صرفی و نحوی مسائل سے متعلق کوفی اور بصری علماء کے بے شمار اقوال ذکر کیے ہیں۔

غرض یہ کہ حسب موقع و مقام ابن جریرؒ لغت عرب اور جاہلی اشعار سے استشہاد کرتے ہیں اور جہاں ضرورت کا تقاضا ہو وہاں صرفی و نحوی مسائل کی تفصیلات بیان کرتے ہیں۔ ان مباحث کی وجہ سے اس تفسیر کی شہرت میں اضافہ ہوا۔

دراصل اس علمی خزانہ کا بڑا سبب مؤلف کی اپنی ذات ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابن جریرؒ ایک جید عالم اور مؤرخ ہونے کے ساتھ ایک زبردست لغوی ادیب اور نقاد بھی تھے۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ نحوی اور لغوی مباحث کا یہ عظیم ذخیرہ بجائے خود مقصود نہیں بلکہ قرآن کی تفسیر کی حیثیت ایک موثر ذریعہ اور وسیلہ کی ہے۔[24]

جاہلی اشعار سے استدلال: (ص)—

ابن جریرؒ اپنی تفسیر میں جاہلی اشعار سے بھی استشہاد و احتجاج کرتے ہیں۔ سورہ کہف میں اصحاب کہف کی تعداد میں وارد شدہ بیان میں قول باری تعالیٰ اور اس کی تفسیر میں ابن جریرؒ کا یہی نہج ملاحظہ ہو:

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ (25)

ترجمہ: کچھ لوگ تو کہیں گے کہ اصحاب کہف تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا، کچھ کہیں گے کہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا غیب کی باتوں میں (اٹکل کے تیر تکے) چلاتے ہیں۔

اس آیت میں وارد شدہ کلمات (رجما بالغیب) یعنی یقین کے بغیر ظنی بنیاد پر کوئی دعوی کرنا، کے معنی کی وضاحت کے لئے عمیرہ بن طارق کا قول بطور استشہاد لاتا ہے۔ اس کے الفاظ اس طرح وارد ہیں:

وأجعل منى الظن غيبا مرجما. (26) ترجمہ: اور تم میرے یقین کو گمان غیر یقین کے ساتھ تبدیل کرتے ہیں۔

(ک)—علم الکلام میں تفسیر طبری کا منہج:

ابن جریر علم الکلام میں کامل مہارت کے مالک تھے۔ اپنی تفسیر میں وہ جابجا معتزلی عقائد وافکار کی تردید کرتے ہیں ۔اس کی مثال ان آیات کی تفسیر ہے جن سے رؤیت باری تعالیٰ کا اثبات ہوتا ہے۔ ان آیات کی تفسیر میں ابن جریرؒ معتزلی عقائد پر شدید تنقید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح ابن جریرؒ سلف کے عقائد کے ساتھ اظہار اتفاق کرتے ہیں کہ آیات صفات کو ان کے ظاہر پر محمول کیا جائے مگر اس کے ساتھ ساتھ تشبیہ و تجسیم کے عقیدہ کی مخالفت کرتے اور ان لوگوں کی سخت تردید کرتے ہیں جو ذات باری کو انسانوں کے مماثل قرار دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر آیت:

وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُه يَوْمَ الْقِيَامَةِ (27)

ترجمہ: ''اور زمین ساری ایک مٹھی ہے اس کی دن قیامت کے''

اس قسم کی آیات کی تفسیر میں ابن جریرؒ معتزلی عقائد کی رد کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ اہل سنت کے عقائد بھی سامنے لاتا ہے۔ (28)

خلاصۃ البحث

امام طبری کی تفسیر کو اسی نہج پر مکمل کیا جائے اور تفسیر کی علمی افادیت کے پیش نظر دیگر زبانوں میں اس کا ترجمہ بے حد ضروری ہے۔ یہ تفسیر قرآنی مشکلات کے حل کرنے میں خصوصی طور پر اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے محققانہ طرز استدلال اور حکیمانہ اسلوبِ بیان سے قرآن مجید کے مطالب آسانی سے دل نشین ہو جاتے ہیں اور کم علمی اور کم فہمی سے پیدا ہونے والے تمام شکوک

وشبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔اس تفسیر کو باریک بینی اور استخراج مسائل واحکام میں دوسری تفاسیر پر ایک امتیازی مقام حاصل ہے ۔اس میں اسلاف کے طرز پر عقیدہ کی اصلاح اور بدعت وگمراہی کو دلائل کے ساتھ رد کیا گیا ہے، نیز اس تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال کو ذکر کرکے ان میں حتّی الامکان انضمام اور توافق پیدا کیا گیا ہے۔اور جہاں ممکن ہوا، وہاں راجح قول کو اختیار کیا گیا ہے۔اس تفسیر کا اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں تفسیری روایات کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(1) ابنِ خلکان، أبوالعباس شمس الدین أحمد بن محمد بن إبراہیم [م ٦٨١ھ]،وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان، ج ۴، ص ۱۹۱، ۱۹۲، دار صادر، بیروت ۱۹۹۴ء۔

(2) یاقوت الحموی، ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ، شھاب الدین [م ٦٢٦ھ]،معجم الادباء، ج ٦، ص ۲۴۴۲، دار الغرب الاسلامی، بیروت ۱۴۱۴ھ

(3) الخطیب البغدادی، أبو بکر أحمد بن علی بن ثابت بن أحمد بن مہدی [م ۴٦٣ھ]، تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱٦۱ دار الغرب الإسلامی بیروت

(4) حوالہ بالا

(5) الذہبی ، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان، شمس الدین [م ۷۴۸ھ]، ، سير أعلام النبلاء، ج ۱۴، ص ۲۸۲، دار الحدیث، ۱۴۲۸ھ۔

(6) یاقوت الحموی، ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ، شھاب الدین [م ٦٢٦ھ]، معجم الادباء، ج ٦، ص ۲۴۴۴، دار الغرب الاسلامی ،بیروت ۱۴۱۴ھ--

(7) حوالہ بالا

(8) باشا، اسمٰعیل بن محمّد امین بن امیر اسلم، البابانی، البغدادی[م۱۳۳۹ھ]، هدیة العارفین أسماء المؤلّفین وأثار المصنّفین من کشفِ الظنون، ج۱، ص۲۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۸ء۔

(9) اسمٰعیل باشا، البابانی[م۱۳۳۹ھ]، کشف الظنون، ج۲، ص۲۸، حوالہ بالا۔

(10) یاقوت الحموی، [م۶۲۶ھ]، معجم الادباء، ج۶، ص۲۴۵۲، حوالہ بالا۔

(11) محمّد السید حسین الذهبی، الدکتور [م۱۳۹۸ھ]، التفسیر والمفسرون، ج۱، ص۱۱۴، مکتبہ وھبۃ، قاہرۃ، س ن

(12) الخطیب البغدای، [م۴۶۳ھ]، تاریخ بغداد، ج۲، ص۱۶۱، حوالہ سابق۔

(13) حوالہ بالا۔

(14) ابن عساکر، أبوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ ، تاریخ دمشق، ج۵۲، ص۱۹۸، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع۔

(15) ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، ابوالعباس [م۷۲۸ھ]، مجموع الفتاوٰی، ج۱۳، ص۳۸۵، مجمع الملک للطباعۃ والنشر، السعودیۃ ۱۴۱۶ھ۔

(16) القرآن: یوسف ۱۲:۲

(17) الطبری، ابی جعفر، محمد بن جریر [م۳۱۰ھ]، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، ج۱۳، ص۶، تحقیق: عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی ، دار ھجر، س ن۔

(18) القرآن: یوسف ۱۲:۴

(19) ابن جریر الطبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، ج۱۳، ص۱۳، حوالہ سابق۔

(20) القرآن، الکہف ۱۸:۹۴

(21) القرآن، یوسف ۱۲:۴۹

(22) ابن جریر الطبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، ج۱۳، ص۱۹۷، حوالہ سابق

(23) الدکتور محمّد السید حسین الذهبی (م۱۳۹۸ھ)، التفسیر والمفسرون، ج۱، ص۱۷۲، حوالہ سابق۔

(24)ابن جریر الطبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، ج۱۳، ص ۶۲۲، حوالہ سابق

(25)القرآن، الکہف ۱۸: ۲۲

(26)ابن جریر الطبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، ج۱۵، ص۲۱۸، حوالہ سابق۔

(27)القرآن، الزمر ۳۹: ۶۷

(28)ابن جریر الطبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، ج۲۰، ص ۲۵۳، حوالہ سابق۔